11

اللہ تعالیٰ اَصْدَقُ الصَّادِقِیْنَ ہے

وہ ہمیشہ سچوں کا ساتھ دیتا ہے

جب کسی فرد یا قوم کے خلاف متواتر جھوٹ بولا جائے
تو خدا تعالیٰ کی مدد اور نُصرت اسے پہلے سے بھی زیادہ حاصل ہو جاتی ہے

(فرمودہ 12 اپریل 1957ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کمزور ایمان لوگوں کے متعلق فرماتا ہے کہ یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَۃٍ عَلَیْھِمْ۔1 ہر مصیبت کی آواز جو انہیں سنائی دیتی ہے اس کے متعلق وہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ مصیبت ان کے خلاف پڑے گی اور انہیں تباہ کر دے گی۔ اس کے مقابلہ میں ایک مومن کے سامنے جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ غیر کے اوپر پڑے گی مجھ پر نہیں پڑے گی۔ میرے ساتھ تو میرا خدا ہے اور جب میرا خدا میرے ساتھ ہے تو مجھے کیا ڈر ہو سکتا ہے اور یہ مصیبت میرے اوپر کیوں پڑے گی؟ اگر کوئی ماں ڈنڈا لے کر باہر نکلے تو ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو کیوں مارے گی۔ وہ تو اُن کے دشمنوں کو ہی مارے گی۔ بچے اگر روتے ہیں تو وہ بیوقوفی سے روتے ہیں ورنہ انہیں

سمجھنا چاہیے کہ یہ اگر ہماری ماں ہے اور ڈنڈا لے کر آئی ہے تو ہمارے دشمنوں کے لیے لے کر آئی ہے ہمارے لیے نہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ کچھ دنوں سے ایسے کمزور ایمان لوگ اوّل تو اپنی عادتِ مستمرہ کے مطابق ہمارے خلاف جھوٹ بناتے ہیں اور پھر آپ ہی یہ نتیجہ بھی نکال لیتے ہیں کہ اگر کوئی ناپسندیدہ بات ہوئی ہو تو اس سے ڈر بھی ہونا چاہیے۔ چنانچہ پھر وہ ڈر اور خوف بھی ہماری طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ مثلاً پچھلے دنوں ایک اخبار نے لکھا کہ ربوہ کے خزانہ پر پولیس نے چھاپا مارا ہے جس سے وہاں کے ذمہ دار قادیانیوں میں کافی تشویش پائی جاتی ہے اور ہر فرد گھبرایا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اب تم سارے جانتے ہو کہ یہ اس نے صریح جھوٹ بولا ہے۔ نہ یہاں کوئی چھاپا مارا گیا ہے اور نہ کوئی ڈر رہا ہے۔ تم آرام سے آتے ہو۔ روزانہ درس سنتے ہو اور اطمینان سے واپس چلے جاتے ہو۔ مگر وہ لکھتا ہے کہ ربوہ کے لوگوں میں بڑی تشویش پھیلی ہوئی ہے۔ اور پھر لکھتا ہے کہ ان کا خلیفہ اسی پریشانی کی وجہ سے جابہ اور ربوہ کے درمیان چکر کاٹ کر دل بہلا رہا ہے۔ اب بتاؤ میں جابہ میں ہوں یا تمہارے اندر کھڑا ہوں۔ غرض وہ اپنی بات کو پکّا کرنے کے لیے اپنے دل کا ڈر ہماری طرف منسوب کر رہے ہیں۔ حالانکہ اوّل تو یہ جھوٹ ہے کہ خزانہ پر کوئی چھاپا مارا گیا ہے۔ لیکن فرض کرو مارا گیا ہو تو جب ہم نے کوئی قانون شکنی ہی نہیں کی تو ہمیں ڈر کس بات کا ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی ناجائز طور پر چھاپا مارنے والا ہے تو وہ گورنمنٹ کے ہاتھوں خود پکڑا جائے گا ہمیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ڈر تو کمزور مومنوں اور یا پھر بے ایمان لوگوں کے اندر پیدا ہوتا ہے۔

چنانچہ دیکھ لو! جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ اُحد میں تشریف لے گئے تو ایک موقع پر مسلمانوں کی بعض غلطیوں کی وجہ سے دشمن کو اس طرح ضرب لگانے کا موقع مل گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو کر اُن صحابہ کی لاشوں پر جا گرے جو آپ کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے اور پھر کچھ اَور لاشیں آپ کے اوپر بھی آ گریں۔ صحابہ نے اُس وقت گھبراہٹ میں یہ سمجھا کہ شاید آپ بھی شہید ہو گئے ہیں۔ چنانچہ یہ خبر فوراً مشہور ہو گئی۔ جب یہ خبر اپنوں اور بیگانوں میں پھیلی تو ابوسفیان نے بڑی خوشی منائی کہ چلو! ہمارا یہ ایک ہی دشمن تھا جو مارا گیا ہے اور اس نے ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر کہا کہ کہاں ہے محمد؟ اُس کا مطلب یہ تھا کہ ہم نے ان کو مار ڈالا ہے۔ اُس وقت تک

صحابہ کوشش کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے خَود کا کیل نکال چکے تھے اور آپ کو ہوش آ چکی تھی اور انہیں یقین ہو چکا تھا کہ آپ زندہ ہیں اور وہ ابوسفیان کی بات کا جواب دے سکتے تھے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چپ رہو۔ آپ نے خیال فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ دشمن پھر حملہ کر دے۔ جب اسے کوئی جواب نہ ملا تو کہنے لگا کہاں ہے ابوبکر؟ حضرت ابوبکرؓ کو بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا کہ خاموش رہو۔ چنانچہ آپ بھی خاموش رہے۔ پھر ابوسفیان اپنے اس جوش میں کہنے لگا کہاں ہے عمر؟ حضرت عمرؓ بڑے جوشیلے تھے۔ وہ جھٹ کہنے لگے کہ میں تمہارا سر توڑنے کے لیے یہاں موجود ہوں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر! خاموش رہو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں خاموش رہے۔ اس پر ابوسفیان نے بلند آواز سے کہا لَنَا عُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ اے مسلمانو! دیکھو عُزّٰی بت ہمارے پاس ہے اور تمہارے پاس کوئی عُزّٰی نہیں۔ اب تمہیں کون بچا سکتا ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بات سنی تو آپ نے فرمایا اب کیوں نہیں بولتے؟ چونکہ آپ صحابہؓ کو بار بار حکم دے چکے تھے کہ اس وقت ہم کمزور اور زخمی ہیں اس لیے خاموش رہو تا ایسا نہ ہو کہ کُفّار مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کر دیں اس لیے وہ اس بات پر بھی خاموش رہے۔ لیکن جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب بولتے کیوں نہیں؟ تو صحابہؓ نے عرض کیا یَارَسُوْلَ اللہ! ہم کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا تم کہو لَنَا مَوْلٰی وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ ابوسفیان نے کہا ہمارے پاس عُزّٰی بُت ہے مگر تمہارے پاس کوئی عُزّٰی نہیں۔ تم کہو ہمارے ساتھ ہمارا خدا ہے مگر تمہارے ساتھ کوئی خدا نہیں۔ 2

غرض مومن کسی حالت میں بھی نہیں گھبراتا اور وہ ہر حالت میں اپنے خدا پر بھروسہ رکھتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو جنگِ اُحد میں بظاہر مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی اور کُفّار کو فتح ہوئی تھی۔ لیکن نتیجہ کیا نکل آیا؟ مسلمان گھبرائے یا کُفّار گھبرائے؟ تاریخ اِس بات پر شاہد ہے کہ مکہ والے ایسے گھبرائے کہ ابوسفیان اپنا سارا لشکر لے کر مکہ جا پہنچا۔ اِدھر مسلمان جو زخمی ہوئے تھے اور ایک موقع پر انہیں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں اُن کی یہ حالت ہوئی کہ چونکہ اُحد مدینہ کے قریب تھا (اُحد اور مدینہ کے درمیان قریباً آٹھ میل کا فاصلہ تھا) اس لیے جب یہ خبر مدینہ والوں کو پہنچی تو مدینہ کی عورتیں اور بچے میدانِ جنگ کی طرف بھاگے۔ گویا کُفّار کا جرنیل ابوسفیان جو مرد تھا وہ تو ڈر

کر اپنے لشکر سمیت مکہ کی طرف جو تین سو میل کے فاصلہ پر تھا بھاگ گیا لیکن مسلمان عورتیں اور بچے میدانِ جنگ کی طرف دوڑ پڑے۔ یہ پتا لینے کے لیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ تو دیکھو! کتنا بڑا فرق ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مسلمانوں کی شکست کی خبر سن کر مدینہ کا شہر خالی ہو جاتا اور لوگ وہاں سے بھاگ جاتے لیکن بھاگا ابوسفیان۔ وہ اپنے لشکر کو لے کر مکہ جا پہنچا۔ اور بھاگا بھی اس ڈر کے مارے کہ کہیں مسلمان اسے مار نہ دیں اور اس کے مقابلہ پر مسلمان عورتیں دلیری سے اپنے بچوں کو لے کر میدانِ جنگ میں جا پہنچیں۔ غرض مسلمانوں کے حوصلے دیکھو اور کفار کی بزدلی دیکھو۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ جو مسلمان نہیں تھے وہ تو یہ سمجھتے تھے کہ اس کا بُرا نتیجہ ہمارے لیے ہی نکلنا ہے لیکن مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ یہ جو بظاہر شکست ہوئی ہے اس کا نتیجہ ہمارے لیے اچھا ہی نکلے گا۔ چنانچہ ان کی عورتیں اپنے بچوں کو ساتھ لے کر میدانِ جنگ میں پہنچ گئیں۔

تاریخ میں آتا ہے کہ ایک عورت جب دوڑتی ہوئی میدانِ جنگ کی طرف آ رہی تھی تو رستہ میں اسے ایک آدمی ملا جو اس کا واقف تھا۔ اُس عورت نے اس سے دریافت کیا کہ بتاؤ! رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس عورت کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زندہ ہونے کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ لیکن وہ صحابیؓ میدانِ جنگ سے آ رہے تھے اور انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زندہ ہونے کا یقین تھا اُس لیے انہوں نے بجائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی بات کہنے کے اس عورت سے کہا کہ بی بی! مجھے بہت افسوس ہے کہ تیرا باپ اور تیرا خاوند اور تیرا بھائی تینوں اس جنگ میں شہید ہو گئے ہیں۔ اِس پر وہ کہنے لگی میں نے کب تجھ سے اپنے باپ کے متعلق پوچھا تھا یا میں نے کب تجھ سے اپنے بھائی کے متعلق سوال کیا تھا یا میں نے کب تجھ سے اپنے خاوند کے متعلق دریافت کیا تھا۔ میں نے تو تجھ سے یہ دریافت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ مگر اس صحابیؓ نے پھر وہی جواب دیا۔ آخر اُس عورت نے کہا تجھے خدا تعالیٰ کی قسم! تُو کوئی اَور بات نہ کر تُو میری اِس بات کا جواب دے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اُس نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو خدا تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہیں۔ یہ جواب سن کر اُس عورت نے کہا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خیریت سے ہیں تو باقی سب مصیبتیں اِس خوشی کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہیں۔3 پھر وہ کہنے لگی بھائی! مجھے یہ

تو بتاؤ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں کہاں؟ آپ لشکر سے ذرا ایک طرف ہٹ کر کھڑے تھے۔اس صحابیؓ نے اس طرف اشارہ کر کے کہا آپ اُدھر کھڑے ہیں۔اس پر وہ عورت دوڑتی ہوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی اور محبت کے جوش میں آپ کے پاؤں میں گر گئی اور آپ کا دامن پکڑ کر اپنی آنکھوں سے لگا کر کہنے لگی کہ یَـا رَسُـولَ الـلّٰـه! آپ بھی کیا کرتے ہیں؟ یہ فقرہ تو تھا مہمل اور بے معنٰی لیکن عورتیں غم کے موقع پر اس قسم کے فقرے بول لیا کرتی ہیں۔ اِس سے اُس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کی وفات کی خبر جو مشہور ہوئی ہے یہ گویا آپ نے ہی مشہور کرائی تھی حالانکہ یہ حادثہ اتفاقی طور پر پیش آیا تھا۔لیکن وہ اپنے غم میں سب کچھ بھول گئی اور کہنے لگی یَـا رَسُـولَ اللّٰہ! آپ بھی کیا کرتے ہیں؟

اب دیکھو! خطرہ کی خبر سن کر مسلمانوں کا دل کتنا بڑھ گیا لیکن جو لوگ مومن نہیں تھے ان کا دل اتنا گھٹا کہ فتح پانے کے بعد بھی مکہ پہنچ گئے۔ یہی کیفیت ان لوگوں کی ہے۔ان کے قول کے مطابق چھاپا تو ربوہ پر مارا گیا ہے اور گھبرا یہ رہے ہیں اور پھر اس گھبراہٹ کو ربوہ والوں کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ وہ روزانہ اطمینان سے درس سنتے ہیں اور اب ہزاروں کی تعداد میں جمعہ میں بھی بیٹھے ہیں۔ مگر آپ لوگوں کو تو ربوہ میں رہنے کے باوجود اِس خبر کا علم تک نہیں۔اور ان لوگوں کو لاہور میں اس بات کا علم ہو گیا کہ ربوہ والے گھبرا رہے ہیں۔اور میں یہاں مسجد میں خطبہ دے رہا ہوں اور وہ خبر شائع کرتے ہیں کہ احمدیوں کا خلیفہ پریشانی کی وجہ سے جابہ اور ربوہ کے درمیان چکر کاٹ کر دل بہلا رہا ہے۔حالانکہ حالت یہ ہے کہ میں طبیعت کی خرابی کے باوجود آج کل قرآن کریم کے ترجمہ کی اصلاح کر رہا ہوں۔ پھر دوسرے کاموں کے علاوہ قرآن کریم کی تلاوت بھی کرنی پڑتی ہے جس کی وجہ سے کوفت ہوتی ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ میں کسی جگہ جا کر چند دن آرام کروں لیکن میں آرام نہیں کرتا تا کہ رمضان کے دنوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکے۔مگر اس اخبار کا معتبر راوی ربوہ سے لکھتا ہے کہ خلیفہ صاحب بھاگ کر جابہ چلے گئے ہیں۔تم جو یہاں بیٹھے ہو معتبر راوی نہیں۔لیکن اس اخبار کا نامہ نگار معتبر راوی ہے۔

ان کی مثال بالکل اُس شخص کی سی ہے جو کسی عدالت میں چپڑاسی تھا۔ایک دن وہ مجسٹریٹ کے پاس گیا اور کہنے لگا حضور! مجھے دس دن کی رُخصت عطا کی جائے۔مجسٹریٹ کہنے لگا آجکل

کام کے دن ہیں کچھ دن ٹھہر جاؤ۔ پھر چھٹی مل جائے گی۔ اس پر وہ کہنے لگا حضور! مجھے کئی سال چھٹی مانگتے ہو گئے لیکن مجھے چھٹی نہیں ملی۔ جب بھی چھٹی مانگتا ہوں۔ یہی جواب دیا جاتا ہے کہ آجکل کام کے دن ہیں چند دن ٹھہر جاؤ۔ لیکن میں اب زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔ مجسٹریٹ نے کہا کیوں؟ میں بھی تو یہاں کام کر رہا ہوں۔ اگر تم چند دن کام کر لو تو کیا حرج ہے؟ اِس پر وہ کہنے لگا بات یہ ہے کہ میری بیوی بیوہ ہو گئی ہے اور میرے بچے یتیم ہو گئے ہیں۔ آپ مجھے چھٹی کیوں نہیں دیتے؟ ایسی نوکری کو میں نے کیا کرنا ہے کہ بیوی بیوہ ہو جائے اور بچے یتیم ہو جائیں اور پھر بھی چھٹی نہ ملے؟ مجسٹریٹ کہنے لگا تیری عقل ماری گئی ہے۔ بیوی تو تب بیوہ ہوتی ہے جب اُس کا خاوند مر جائے مگر تُو تو یہاں زندہ موجود ہے اور پھر بچے اس وقت یتیم ہوتے ہیں جب ان کا باپ مر جائے اور تُو یہاں زندہ موجود ہے اور خود اپنے منہ سے کہہ رہا ہے کہ میرے بچے یتیم ہو گئے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تُو زندہ موجود ہو اور پھر تیرے بچے بھی یتیم ہو جائیں اور تیری بیوی بھی بیوہ ہو جائے۔ چپڑاسی کہنے لگا میں اتنا بیوقوف تو نہیں ہوں یہ بات میری سمجھ میں بھی آتی ہے لیکن گھر سے ایک معتبر نائی آیا ہے اور اس نے بتایا ہے کہ میری بیوی بیوہ ہو گئی ہے اور میرے بچے یتیم ہو گئے ہیں۔

اِسی طرح ربوہ سے بھی اس اخبار کا معتبر نامہ نگار لکھتا ہے کہ خلیفہ صاحب بھاگ کر جابہ پہنچ گئے ہیں اور ربوہ والے تشویش اور گھبراہٹ کی وجہ سے دوڑے پھر رہے ہیں۔ انہیں چُھپنے کے لیے کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔ گویا ان کے پاس بھی معتبر نائی آ گیا ہے۔ وہ معتبر نائی تو محض روایتی تھا مگر یہ سچ مچ کا معتبر نائی ہے جس کی رپورٹ اخبار میں چھپی ہے کہ ربوہ میں بڑی سخت تشویش پیدا ہو گئی ہے۔ ربوہ والے بھاگے پھر رہے ہیں اور خلیفہ صاحب جابہ میں پہنچ گئے ہیں۔ یہ بالکل اُسی معتبر نائی والا قصّہ ہے۔ حالانکہ مومن کا طریق تو وہ ہوتا ہے جو صحابہؓ نے جنگِ اُحد کے موقع پر دکھایا کہ بجائے گھبراہٹ کے ان کا ایمان اَور بھی بڑھ گیا اور عورتیں اور بچے دوڑتے ہوئے میدانِ جنگ میں پہنچ گئے۔

ایک اَور صحابی حضرت انسؓ بن نضر کی نسبت آتا ہے کہ جب مسلمانوں کو پہلے پہل جنگِ اُحد میں فتح نصیب ہوئی تو چونکہ انہوں نے رات سے کھانا نہیں کھایا تھا وہ ذرا پیچھے کی طرف ہٹ گئے۔ ان کے پاس دس بارہ کھجوریں تھیں انہوں نے خیال کیا کہ وہ ایک طرف ہو کر کھجوریں کھا لیں۔ چنانچہ وہ ٹہلتے بھی جاتے تھے اور کھجوریں بھی کھاتے جاتے تھے۔ وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ بعد میں

دشمن نے مسلمانوں کی پُشت پر سے حملہ کر کے ان کی فتح کو شکست میں تبدیل کر دیا ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ ان لوگوں میں سے تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچا رہے تھے اور آپؐ کے آگے کھڑے ہو کر لڑ رہے تھے۔ صرف بارہ تھے جو اُس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے اور اُن میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے گرے اور آپؐ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی اِس صدمہ میں یہ خیال کر کے کہ شاید اس خبر کو سن کر مدینہ سے کچھ اَور لوگ پہنچیں اور ان کے ساتھ مل کر ہم آپ کا بدلہ لیں حضرت عمرؓ میدانِ جنگ سے باہر آ گئے اور ایک چٹان پر بیٹھ کر رونے لگ گئے۔ حضرت انسؓ بن نضر اُس وقت ٹہلتے ٹہلتے کھجوریں کھا رہے تھے انہوں نے جب حضرت عمرؓ کو روتے دیکھا تو آگے بڑھ کر کہا عمر! اسلام کو فتح ہوئی ہے اور تم رو رہے ہو؟ یہ رونے کا کونسا موقع ہے؟ یہ تو خوشی کا موقع ہے۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے انس! شاید تمہیں پتا نہیں کہ بعد میں کیا ہوا؟ انسؓ نے کہا مجھے تو معلوم نہیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ دشمن نے پیچھے سے اچانک حملہ کر دیا اور اس حملہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شہید ہو گئے ہیں۔ حضرت انسؓ کے پاس اُس وقت صرف ایک ہی کھجور تھی جو منہ میں ڈالنے کے لیے تیار تھے مگر انہوں نے جب یہ بات سنی تو کہا عمر! اگر یہ واقعہ جو تم نے بیان کیا ہے درست ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تب بھی یہ رونے کا کونسا وقت ہے۔ جدھر ہمارا محبوب گیا ہے اُدھر ہی ہمیں بھی جانا چاہیے۔ اگر ہمارا محبوب اس دنیا میں نہیں تو ہم نے اس دنیا میں رہ کر کیا کرنا ہے؟ ہمارا محبوب اگلے جہان چلا گیا ہے تو ہم بھی وہیں جائیں گے اِس دنیا میں ہمارا کوئی کام نہیں۔ پھر اُنہوں نے اس کھجور کو جو اُن کے ہاتھ میں تھی نیچے پھینکا اور کہنے لگے میرے اور جنت کے درمیان سوائے تیرے اَور کونسی روک ہے؟ اِس کے بعد انہوں نے تلوار سونت لی اور میدانِ جنگ میں چلے گئے۔ کُفّار کا لشکر پیچھے ہٹ چکا تھا مگر ابھی میدانِ جنگ میں کھڑا تھا تا کہ موقع دیکھ کر دوبارہ حملہ آور ہو سکے۔ انسؓ اُس لشکر پر جا پڑے۔ وہ تین ہزار کا لشکر تھا اور یہ اکیلے تھے۔ انہوں نے غصہ میں انسؓ پر اتنی ضربیں لگائیں کہ جب خدا تعالیٰ نے دوبارہ مسلمانوں کو فتح دی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کر کے کہا جاؤ اور انس کو تلاش کرو۔ چنانچہ کچھ لوگ تلاش کے لیے گئے۔ لیکن انسؓ نہ ملے۔ انہوں نے واپس آ کر کہا یَا رَسُولَ اللہ! انسؓ نہیں ملے، اُن کا کوئی پتا نہیں چلتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا پھر جاؤ اور تلاش کرو۔ چنانچہ وہ پھر گئے اور انسؓ کو تمام میدانِ جنگ میں تلاش کیا۔ مگر پھر بھی وہ نہ ملے۔ وہ واپس آ گئے اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یَارَسُولَ اللّٰہ ! انسؓ کا کوئی پتا نہیں لگا۔ آپؐ نے فرمایا: پھر جاؤ اور تلاش کرو۔ انسؓ کے جسم کے اُس وقت ستّر ٹکڑے ہو چکے تھے جو پہچانے نہیں جاتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اُن کے کسی قریبی رشتہ دار کو ساتھ لے جاؤ جو اُن کی لاش کو پہچان سکے۔ اِس ارشاد کی تعمیل میں صحابہؓ انسؓ کی بہن کو ساتھ لے گئے۔ ایک جگہ ایک انگلی کٹی پڑی تھی۔ اُن کی بہن نے اُسے پہچان لیا اور کہا یہ میرے بھائی کی انگلی ہے۔ آپ کی کٹی ہوئی انگلیاں بکھری پڑی تھیں، ٹانگیں الگ پڑی تھیں، ہاتھ الگ پڑے تھے اور دھڑ الگ کٹا پڑا تھا۔ آپ کی انگلی پر کوئی پرانا زخم تھا جس کی وجہ سے آپ کی بہن نے پہچان لیا کہ یہ میرے بھائی کی انگلی ہے۔ غرض لاش کے ٹکڑوں کو جمع کر لیا گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خبر دی گئی کہ انسؓ کی لاش مل گئی ہے۔4

تو مومن کو اوّل تو ایسے واقعات پیش نہیں آتے۔ لیکن اگر پیش آ جائیں تو وہ خوش ہوتا ہے۔ گھبرا کر اِدھر اُدھر بھاگا نہیں پھرتا۔ بلکہ مومن تو ایسے واقعات کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھتا ہے اور اس انتظار میں رہتا ہے کہ یہ نعمت آتی کب ہے۔ جنگِ اُحد میں دیکھ لو دشمن نے اپنی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مار دیا تھا مگر خدا تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا۔

اِسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دشمنوں نے کئی حملے کیے۔ آپ کے خلاف عدالت میں نالشیں کیں اور آپ کو قتل کروانے کے منصوبے کئے اور کئی آدمی قتل کرنے کے لیے بھیجے مگر آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر دفعہ محفوظ رہے۔ میرے ساتھ بھی ایسے دس بارہ واقعات ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ ایک عیسائی مجھے قتل کرنے کے لیے آیا۔ بعد میں اُس نے عدالت میں اقرار کیا کہ میں مرزا صاحب کو قتل کرنے کے لیے گیا تھا مگر آپ پھیروچیچی گئے ہوتے تھے قادیان میں نہیں تھے۔ میں پھیروچیچی گیا تا وہیں آپ کو قتل کر دوں۔ مگر وہاں جا کے میں نے دیکھا کہ ان کے پاس کوئی مہمان آیا ہوا ہے اور وہ ایک جگہ بیٹھا بندوق صاف کر رہا ہے (وہ مہمان نہیں تھا بلکہ میرے ایک کلرک یحییٰ خاں صاحب مرحوم تھے۔ اِس وقت میرے دفتر میں جو عبداللطیف خاں کلرک ہے اور ننھا کہلاتا ہے اس کے والد تھے)۔ میں اس نظارہ کو دیکھ کر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکا اور واپس آ گیا اور خیال کیا کہ پھر کوئی

موقع ملا تو انہیں قتل کر دوں گا۔ لیکن جب میں واپس اپنے گاؤں گیا تو مجھے اپنی بیوی کی بدکاری کی خبر ملی جس پر غصہ میں مَیں نے اُسے قتل کر دیا اور پولیس نے مجھے گرفتار کر لیا۔ تو اب دیکھو! وہ شخص مجھے قتل کرنے کے لیے آیا تھا لیکن خدا تعالیٰ نے خود میری حفاظت کی اور بچا لیا اور عدالت نے جب اُس سے دریافت کیا تُو کیوں مرزا صاحب کو قتل کرنے گیا تھا؟ تو اُس نے کہا میں نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی ایک تقریر سنی تھی۔ اس میں انہوں نے کہا تھا کہ مرزا صاحب حضرت عیسٰی علیہ السلام اور دوسرے بزرگوں کی بڑی ہتک کرتے ہیں۔ اِس پر مجھے جوش آ گیا اور میں انہیں قتل کرنے کے لیے چلا گیا۔

پھر یہاں اِسی مسجد میں ایک شخص نے چاقو سے مجھ پر دو دفعہ وار کیا اور اب تک اس کے چاقو کا ایک ٹکڑا میرے جسم میں موجود ہے۔ ولایت میں ڈاکٹروں نے جو میرا ایکسرے لیا تھا اُس سے یہ بات ثابت ہے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس حملہ میں بھی محفوظ رکھا۔ یہاں جو ڈاکٹر علاج کے لیے آئے تو انہوں نے کہا تھا کہ چاقو کا کوئی حصہ جسم میں نہیں رہا مگر جرمنی کے ایک ڈاکٹر سے میں نے اس بات کا ذکر کیا تو اُس نے کہا یہ درست نہیں۔ چاقو کا سرا اَب تک آپ کی کمر میں موجود ہے۔ میں نے کہا کیا آپ یہ بات لکھ کر دے سکتے ہیں؟ اس نے کہا مجھے لکھ کر دینے کی کیا ضرورت ہے میں ایکسرے آپ کو دے دوں گا۔ آپ اسے شائع کر دیں۔ پھر حقیقت خود بخود ظاہر ہو جائے گی۔

اِسی طرح قادیان میں ہمارے گھر کی دیوار پر ایک شخص چڑھتا ہوا پکڑا گیا جو مجھ پر حملہ کرنے کی نیت سے آیا تھا۔ دیوار ٹوٹی ہوئی تھی اور وہ اُس پر چڑھ رہا تھا کہ پکڑا گیا اور بعد میں اس نے اقرار کر لیا کہ اُسے بہکا کر بھیجا گیا تھا۔

اِسی طرح ایک دفعہ دارالانوار کی کوٹھی میں میرے ایک بچے نے مجھے کہا کہ باہر ایک آدمی آپ کو ملنا چاہتا ہے۔ جب میں اس سے ملنے کے لیے باہر گیا تو عبد الاحد صاحب پٹھان جو اِس وقت قادیان میں درویش ہیں وہاں موجود تھے وہ پہرہ پر مقرر نہیں تھے۔ پہرہ پر خان میر صاحب ہوا کرتے تھے مگر وہ کہیں گئے ہوئے تھے۔ بہرحال عبد الاحد خان صاحب وہاں موجود تھے۔ جب وہ آدمی میری طرف بڑھا تو انہوں نے جھپٹ کر اُسے پکڑ لیا اور کہا یہ شخص قتل کی نیت سے آیا ہے۔ چنانچہ اُس کی تلاشی لی گئی تو اُس کی شلوار میں سے چُھرا نکلا۔ میں نے کہا خان صاحب! آپ کو کیسے پتا لگ گیا کہ اس کی شلوار میں چُھرا ہے؟ وہ کہنے لگے ہم پٹھان لوگ عام طور پر اپنی شلوار میں ہی چُھرا رکھا کرتے ہیں

اور جب وہ ہماری ٹانگ کو چُبھتا ہے تو ہم اپنی ٹانگ کو اِس طرح ہلاتے ہیں۔ اِس شخص نے بھی اِسی طرح کی حرکت کی تھی جس سے مجھے شُبہ ہوا کہ اِس کی شلوار میں چُھرا ہے اور میں نے اسے پکڑ لیا۔

تو اب دیکھو لوگ مجھے قتل کرنے کے لیے میرے گھر پر بھی آئے۔ دیواروں پر بھی انہوں نے چڑھنے کی کوشش کی، پھیرو چیچی میں بھی میرے پیچھے ایک شخص پستول لے کر پہنچا لیکن خدا تعالیٰ میری حفاظت کرنے والا تھا۔ اُس نے مجھے ہر دفعہ محفوظ رکھا۔ تو جن کی حفاظت خدا تعالیٰ خود کر رہا ہو اُن کو کس بات کی گھبراہٹ ہوسکتی ہے؟ گھبراہٹ تو کمزور ایمان والے کو اور یا پھر بے ایمان کو ہوتی ہے۔ جس شخص کو یہ یقین ہو کہ خدا تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے اُس کو گھبراہٹ نہیں ہوسکتی۔ وہ تو ہر وقت مطمئن رہتا ہے اور اسے تسلی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے رات دن اُس کی حفاظت کر رہے ہیں۔ پھر وہ اپنے چلن کو بھی اس طرح رکھتا ہے کہ کبھی قانون شکنی نہیں کرتا۔ آخر زیادہ خطرہ تو قانون شکن کو ہی ہو سکتا ہے لیکن مومن ہمیشہ قانون شکنی سے بچتا ہے اور خدا تعالیٰ کا بھی اسے یہی حکم ہے۔ اور جب وہ ہر وقت قانون شکنی سے بچتا ہے تو وہ جانتا ہے کہ اگر کوئی شخص اُس پر حملہ کرے گا تو جھوٹا ہی کرے گا۔ اور اگر وہ جھوٹا حملہ کرے گا تو میرا سچا خدا اُس کو پکڑ لے گا اور دشمن مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

غرض قرآن کریم نے ہمیں پہلے سے بتا دیا ہے کہ یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ۔ کمزور ایمان والے لوگ دنیا کی ہر مصیبت کو اپنے اوپر سمجھ لیتے ہیں لیکن مومن ہر مصیبت کو غیر کے لیے سمجھتا ہے۔ جیسے ایک دفعہ مدینہ میں شدید بارش ہوئی تو لوگ گھبرائے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! شدید بارش ہو رہی ہے اور اس کی وجہ سے ہماری جانیں اور ہمارے جانور اور ہماری فصلیں خطرہ میں ہیں۔ اگر بارش نہ رُکی تو تباہی آ جائے گی۔ آپ دعا فرمائیں کہ بارش رک جائے۔ اِس پر آپ نے دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا کہ اے اللہ! یہ بارش ہمارے اردگرد پڑے ہمارے اوپر نہ پڑے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے وہاں سے بادلوں کو ہٹا دیا اور بارش مدینہ کے اردگرد پڑنے لگی۔ 5

تو اب دیکھو! مومن میں تو یہ بھی طاقت ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے دعا کرے تو اس کی بَلا کسی اَور کے گلے پڑ جائے۔ جیسے مشہور ہے کہ طویلے 6 کی بَلا بندر کے سَر۔ جب کوئی شخص اس پر بَلاء مسلّط کرنا چاہتا ہے تو وہ چونکہ خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے اس لیے خدا تعالیٰ وہ بَلاء اس کے دشمن

کے سر پر ڈال دیتا ہے اور وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔

پس مومنوں کو ہمیشہ خدا تعالیٰ پر توکّل کرنا چاہیے۔ خصوصاً رمضان کے مہینہ میں کیونکہ یہ دن ایسے ہیں جن سے انسان زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کا قُرب حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ میں اس مہینہ میں اپنے بندوں کے قریب ہو جاتا ہوں اور وہ جو دعا مجھ سے مانگیں میں اُسے سنتا ہوں۔ پس جو دن دعاؤں کے لیے مخصوص ہیں ان میں تو خصوصیت سے کسی قسم کی گھبراہٹ بھی مومن کے قریب نہیں آ سکتی۔ ضرورت صرف اِس بات کی ہوتی ہے کہ انسان مصلّٰی پر گِر جائے اور اُس وقت تک سجدہ سے سر نہ اُٹھائے جب تک اُسے یقین نہ ہو جائے کہ خدا تعالیٰ میری اس دعا کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور جب کوئی شخص خدا تعالیٰ پر اس قسم کا توکل کر لیتا ہے تو خدا تعالیٰ بھی اس کی دعا کو قبول فرما لیتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کہا ہے کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ۔7 یعنی جب میرا کوئی بندہ مجھ پر پورا اعتبار کر کے میرے آگے گرتا ہے تو میں وہی کچھ کرتا ہوں جو وہ کہتا ہے۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ میں حاکم ہوں مگر پھر بھی جب میرا بندہ مجھ پر اس قسم کا توکل کرتا ہے تو میں اُس کی بات ماننے کو تیار ہو جاتا ہوں کیونکہ اُس نے اپنا سب کچھ میرے حوالہ کر دیا ہوتا ہے۔ پس رمضان کے دنوں میں دوستوں کو خاص طور پر دعائیں کرنی چاہییں۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ مخالفوں کی ناکامی ایک یقینی بات ہے لیکن کم سے کم اتنا نتیجہ تو ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ ہمارے ساتھ نہیں۔ اُن کے دلوں میں جماعت کے متعلق نفرت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس ہمیں خدا تعالیٰ سے دعائیں کرنی چاہییں کہ دشمن تو لوگوں میں ہمارے متعلق نفرت پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے لیکن اے خدا! تُو نفرت کی بجائے لوگوں کے دلوں میں ہماری محبت پیدا کر دے۔

قریباً ایک ماہ کی بات ہے میں نے مسجد میں آ کر نماز پڑھائی۔ تو ایک آدمی آگے آیا اور اس نے کہا میں نے بیعت کرنی ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ اس نے بتایا کہ میں ڈھاکہ سے آیا ہوں۔ میں نے کہا آپ تو پنجابی معلوم ہوتے ہیں۔ اُس نے کہا یہ درست ہے۔ میں رہنے والا تو قصور کا ہوں اور تاجر قوم میں سے ہوں لیکن اپنی ملازمت کے سلسلہ میں ڈھاکہ میں مقیم ہوں۔ میں ہوائی فوج میں ملازم ہوں اور فلائیٹ افسر ہوں۔ وہاں سے میں بیعت کرنے کے لیے آیا ہوں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کی تجارت بھی اچھی خاصی ہے۔ کیونکہ اب کے میں کراچی گیا تو وہ

وہاں مجھے ملا اور اس نے مجھے بتایا کہ میری ایک بڑی مشین ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ نوکری چھوڑ کر اپنا کاروبار کروں۔ آپ اس بارہ میں مجھے مشورہ دیں۔ میں نے کہا کہ اگر تو تمہاری مشین ایسی ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ اس سے ملازمت سے زیادہ آمدن ہوسکتی ہے تو کچھ عرصہ تک رُخصت لے کر کام شروع کر دو۔ بعد میں استعفٰی دے دینا۔ بہرحال بیعت کے وقت میں نے اُس سے دریافت کیا کہ تمہیں بیعت کرنے کی تحریک کیسے ہوئی؟ تمہارا شہر تو سخت مخالف ہے۔ وہ کہنے لگا مجھے بیعت کی تحریک ایک احراری لیکچرار لال حسین صاحب اختر کی ایک تقریر کی وجہ سے ہوئی ہے۔ میں نے کہا وہ تو سلسلہ کا سخت مخالف ہے اُس کی تقریر کی وجہ سے آپ کو بیعت کی تحریک کیسے ہوئی؟ وہ کہنے لگا میں تو اس کی تقریر کی وجہ سے احمدی ہوا ہوں۔ میں نے اس کی ایک تقریر سنی تھی۔ اُس تقریر میں اُس نے احمدیت کو سخت گالیاں دیں۔ جب وہ گالیاں دے چکا تو میں نے سوچا کہ اب ان لوگوں کے پاس صرف گالیاں ہی رہ گئی ہیں۔ اگر کوئی دلیل ہوتی تو وہ دلیل بھی دیتا۔ چونکہ اس نے تقریر میں کوئی دلیل نہیں دی اس لیے وہ سچا نہیں ہوسکتا۔ اِس پر میں نے فیصلہ کر لیا کہ جب بھی مجھے پنجاب جانے کا موقع ملا میں آپ کی بیعت کر لوں گا۔ تو دیکھو اس مخالف لیکچرار نے تو چاہا تھا کہ ہمارے خلاف لوگوں میں نفرت پھیلائے لیکن ہوا یہ کہ اُس کی تقریر کی وجہ سے ایک فوجی افسر احمدی ہو گیا۔ اور اس نے سمجھ لیا کہ اس شخص کا گالیاں دینا ہی اِس بات کی دلیل ہے کہ احمدیت کے خلاف اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

اِسی طرح ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک مولوی صاحب آئے۔ وہ شاعر بھی تھے اور بڑے مشہور ادیب بھی تھے۔ نواب صاحب رام پور نے انہیں اردو محاورات کی لغت لکھنے پر مقرر کیا ہوا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ نواب صاحب رام پور کے پاس مشہور شاعر مینائی کے مسودات پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے اردو کی ایک بڑی بھاری لغت لکھی تھی۔ مگر ابھی اسے مکمل نہیں کیا تھا کہ وہ وفات پا گئے۔ نواب صاحب رام پور نے وہ مسودات مجھے دیئے ہیں اور کہا ہے کہ تم انہیں مکمل کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پوچھا کہ رام پور میں تو ہماری بڑی مخالفت ہے اور آپ وہاں کے رہنے والے ہیں۔ آپ کو بیعت کرنے کی طرف توجہ کیسے ہوئی؟ وہ کہنے لگے مجھے کسی نے درثمین دی تھی۔ میں چونکہ خود شاعر ہوں میں نے آپ کا کلام پڑھا جس کی وجہ سے میں بہت متأثر ہوا کیونکہ اس میں محبتِ رسول بھری پڑی تھی۔ اس کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب وہاں آئے اور انہوں

نے ایک تقریر کی۔ اُس تقریر میں انہوں نے بتایا کہ مرزا صاحب اسلام کے سخت دشمن ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ میں نے اُن کی تقریر سن کر سمجھا کہ مرزا صاحب ضرور سچے ہیں ورنہ ان مولوی صاحب کو آپ کے متعلق اتنا جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ جس شخص کے اندر اِس قدر محبتِ رسول ہے کہ اُس کا کلام اس سے بھرا پڑا ہے اُس کے متعلق اگر کوئی مولوی کہتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن ہے تو وہ یقیناً جھوٹا ہے۔ اور جس شخص پر وہ ہتکِ رسول کا الزام لگاتا ہے وہ سچا ہے ورنہ اس تقریر کرنے والے کو جھوٹے دلائل دینے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ سچی بات کہتا کہ اگرچہ اس شخص نے درثمین میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تعریف کی ہے، خدا تعالیٰ کی بڑی تعریف کی ہے مگر ہے جھوٹا۔ اگر وہ ایسا کہتا تو پھر تو کوئی بات بھی تھی۔ لیکن اس نے سچائی کو بالکل ترک کر دیا اور کہا کہ یہ شخص خدا تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بدگوئی کرتا ہے۔ میں نے اس کی تقریر سنی تو فوراً سمجھ لیا کہ مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے ہیں اور میں آپ کی بیعت کے لیے تیار ہو گیا۔

تو حقیقت یہ ہے کہ بسا اوقات دشمن تو یہ کوشش کرتا ہے کہ مومنوں کے خلاف لوگوں میں جوش پیدا کرے لیکن بجائے جوش اُبھرنے کے وہ بات مومنوں کے حق میں مفید ہو جاتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا بھی ایک واقعہ ہے جو اس کی سچائی کی شہادت دیتا ہے۔ ایک شخص کسی ایسے قبیلے کا تھا جو اسلام کا سخت دشمن تھا وہ مسلمان ہو گیا تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تُو مسلمان کیسے ہو گیا ہے؟ تو وہ کہنے لگا اصل بات یہ ہے کہ میری فلاں قوم سے رشتہ داری تھی۔ ایک دفعہ میں اپنے ان رشتہ داروں کو ملنے کے لیے گیا۔ اُس قوم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ واعظ بھیجنے کی درخواست کی تھی اور درخواست میں یہ بھی کہا تھا کہ ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ آپ نے چالیس حفاظِ قرآن بھجوا دیئے جن میں سے ایک حضرت ابوبکرؓ کے وہ غلام بھی تھے جو ہجرت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ تھے۔ وہ شخص کہنے لگا کہ جب میں اپنے رشتہ داروں کے پاس بطور مہمان ٹھہرا ہوا تھا تو یہ حفاظ بھی وہاں پہنچ گئے۔ ان لوگوں میں سے جس شخص نے حفاظ بھیجنے کے لیے کہا تھا اور عرب کا بڑا رئیس تھا وہ تو دیانتدار تھا اور بعد میں مسلمان بھی ہو گیا تھا لیکن اُس کے دوسرے رشتہ دار مخالف تھے۔ جب حفاظ وہاں پہنچے تو انہوں نے لوگوں کو جمع کر لیا (جس طرح ہمارے ہاں گندم کی کٹائی

کے موقع پر لوگ جمع کر لیے جاتے ہیں) تا کہ سب مل کر ان حفاظ کو قتل کر دیں۔ وہ شخص کہنے لگا کہ میرے رشتہ دار میرے پاس بھی آئے اور انہوں نے کہا کہ آج ثواب کا موقع ہے، ہم نے ان صابیوں کو مارنا ہے (مسلمان کو وہ صابی کے نام سے پکارا کرتے تھے)۔ میں نے کہا چلو! میں اُس وقت اسلام کو جانتا بھی نہیں تھا۔ سینکڑوں آدمی ان مسلمانوں کو قتل کرنے کے لیے جمع ہو گئے اور مقابلہ میں وہ صرف چالیس افراد تھے۔ کُفّار نے اُن پر تیر چلانے شروع کر دیئے۔ مسلمان اپنے بچاؤ کے لیے ایک پہاڑی ٹیلہ پر چڑھ گئے۔ کُفّار نے جب دیکھا کہ اُن کے تیر رائیگاں جا رہے ہیں تو انہوں نے تجویز کی کہ کسی طرح انہیں دھوکا دے کر نیچے اُتارا جائے۔ چنانچہ ان کے افسر نے مسلمانوں کو پکار کر کہا کہ تم نیچے اُتر آؤ ہم قسم کھاتے ہیں کہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ جو صحابیؓ ان حفاظ کے سردار تھے وہ تو اپنی جگہ پر اَڑے رہے اور انہوں نے کہا کہ کُفّار کی قسم کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا لیکن حضرت ابوبکرؓ کے غلام دھوکا میں آ گئے اور وہ نیچے آ گئے۔ وہ مطمئن تھے کہ قسم کھانے کے بعد کُفّار انہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ لیکن انہوں نے غداری کی اور انہیں اُترتے ہی نیزہ مار دیا۔ جب وہ اس نیزے کی وجہ سے نیچے گرے تو بے اختیار ان کی زبان سے یہ فقرہ نکلا کہ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَةِ 8۔ کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ وہ شخص کہنے لگا مجھے یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی کہ اس شخص کو اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے سینکڑوں میل دور ایک اجنبی ملک میں کسمپرسی کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ قسمیں کھانے کے باوجود دھوکا بازی کی گئی ہے۔ لیکن جب یہ زمین پر گرتا ہے تو کہتا ہے فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَةِ ۔ کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ یہ کیا بات ہے؟ بہرحال اُس وقت تو میں خاموش رہا۔ مگر میرے دل میں یہ بات گڑ گئی۔ اس کے بعد میرے رشتہ داروں نے ان حفاظ کو باری باری قتل کیا اور ان میں سے جو شخص بھی نیچے گرا اُس نے یہی الفاظ کہے کہ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَةِ۔ کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ جب میں گاؤں میں واپس آیا تو میں نے اپنے ایک رشتہ دار سے دریافت کیا کہ تم نے ان لوگوں کو باری باری نہایت بے رحمی سے قتل کیا ہے۔ وہ ایک اجنبی علاقہ کے رہنے والے تھے۔ ان کے بیوی بچے اور دوسرے رشتہ دار اُن سے سینکڑوں میل دور تھے مگر اُس وقت بجائے ہائے میری بیوی! ہائے میرے بچو! کہنے کے وہ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَةِ کہتے ہیں۔ میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ میرے اُس رشتہ دار نے کہا یہ لوگ پاگل ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد انہیں بڑا

انعام ملے گا اس لیے جب وہ اپنے دین کی تائید کرتے ہوئے مارے جاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ ہم کامیاب ہو گئے۔ وہ شخص کہنے لگا اِس نظارہ کا تصوّر کر کے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں نے ارادہ کر لیا کہ میں اب مدینہ جا کر ان لوگوں کے سردار کو دیکھوں گا۔ چنانچہ میں راستہ پوچھتا ہوا مدینہ آ پہنچا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی بیعت کر لی۔9

تاریخوں میں لکھا ہے کہ اُس پر اِس واقعہ کا اتنا اثر تھا کہ جب بھی کسی مجلس میں وہ اس واقعہ کو بیان کرتا تو اُس کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب وہ یہ واقعہ بیان کر رہا تھا اُس نے کہا کہ تم اِس وقت بھی میری قمیص اُٹھا کر دیکھ سکتے ہو کہ میرے جسم کے بال کھڑے ہیں۔ چنانچہ جب اُس کی قمیص اٹھائی گئی تو واقع میں اُس کے بال کھڑے تھے۔

تو دیکھو! اُس شخص کے رشتہ دار تو اُسے اپنے ساتھ اس غرض سے لے گئے تھے کہ اس کے اندر اسلام سے نفرت پیدا کریں۔ لیکن وہ سیدھا مدینہ پہنچا اور وہاں جا کر مسلمان ہو گیا۔ تو مومن ڈر اور خوف کی باتوں سے پریشان نہیں ہوتا بلکہ وہ اَور زیادہ دلیر ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نُصرت اَور بھی زیادہ زور سے میرے شاملِ حال ہو گی۔ اس لیے اگر کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو اس سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ ایک اخبار نے یہ خبر شائع کی ہے کہ صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ پر حکومت نے چھاپا مارا ہے اور اس نے ضروری کاغذات اپنے قبضہ میں کر لیے ہیں جس کی وجہ سے ربوہ کے احمدی سخت گھبرائے پھرتے ہیں اور خلیفہ ڈر کے مارے جابہ چلا گیا ہے۔ حالانکہ میں تمہارے درمیان خطبہ دے رہا ہوں۔ یہی اِس بات کا ثبوت ہے کہ وہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں اور جب وہ جھوٹ بول رہے ہیں تو اُن کی کسی جھوٹی خبر پر ہمیں گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ سچوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ پس وہ سچے کا مددگار بنے گا جھوٹے کا نہیں کیونکہ وہ اَصْدَقُ الصَّادِقِیْنَ ہے اور ہمیشہ سچوں کا ساتھ دیتا ہے۔ پھر جب کسی فرد یا قوم کے خلاف متواتر جھوٹ بولا جائے اور اس کی طرف غلط باتیں منسوب کی جائیں تو لازمی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی مدد اور نُصرت بھی اُسے پہلے سے بہت زیادہ حاصل ہونی شروع ہو جائے گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کہے گا کہ میری خاطر اور مجھ پر ایمان لانے کی وجہ سے ان لوگوں پر یہ مصیبت آئی ہے۔ اب میرا فرض ہے کہ میں ان کو بچاؤں۔ آخر تم نے کوئی

چوری نہیں کی، قتل نہیں کیا، خونریزی نہیں کی۔ صرف اتنا ہی کہا ہے کہ رَبُّنَا اللّٰہُ۔ اللہ ہمارا رب ہے اور اسی وجہ سے کہیں تم مارے جاتے ہو۔ کہیں تمہارا پانی بند کر دیا جاتا ہے۔ کہیں تمہارے خلاف اخبارات جھوٹ بولتے ہیں۔ اور جب تمہیں صرف اس بات کی سزا مل رہی ہے کہ تم نے کہا اللہ ہمارا رب ہے تو خدا تعالیٰ بے غیرت تو نہیں کہ چپ کر کے بیٹھ رہے۔ وہ کہے گا کہ ان لوگوں کو چونکہ میرا نام لینے کی وجہ سے سزا مل رہی ہے اس لیے انہیں دشمن سے بدلہ لینے کی ضرورت نہیں۔ میں خود ان کا بدلہ لوں گا کیونکہ یہ سزا ان کے اپنے کسی قصور کی وجہ سے نہیں بلکہ میرے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے ہے۔ پس میں خود ان کی حفاظت کروں گا اور ان کے اور ان کے دشمن کے درمیان حائل ہو جاؤں گا"۔

(الفضل 21/اپریل 1957ء)

1: المنافقون: 5

2: صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ احد میں " اللّٰہ مَوْلَانَا وَلَا مَولیٰ لَکُم" کے الفاظ ہیں۔

3: سیرت ابن ھشام جلد 3 صفحہ 105 مطبوعہ 1936ء

4: السیرۃ النبویۃ لابن ھشام الجزء الثانی صفحہ 862 شأن انس بن النضر دمشق 2005ء

5: صیح بخاری کتاب الاستسقاء باب الدعاء اذا کثر المطر حوالینا ولا علینا

6: طویلے: اصطبل، چوپاہوں کے باندھنے کی جگہ۔ "طویلے کی سزا بندر کے سر" کہاوت یعنی قصور کسی کا اور مارا کوئی جائے۔ مصیبت کسی اَور کی اور سر پڑی کسی دوسرے کے (اردو لغت تاریخی اصول پر جلد 3 صفحہ 205 کراچی 2008ء)

7: صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللّٰہ تعالیٰ و یُحَذِّرکم اللّٰہُ نَفْسَہٗ

8: صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع (الخ)

9: سیرت ابن ھشام جلد 2 صفحہ 971 مطبوعہ دمشق 2005ء